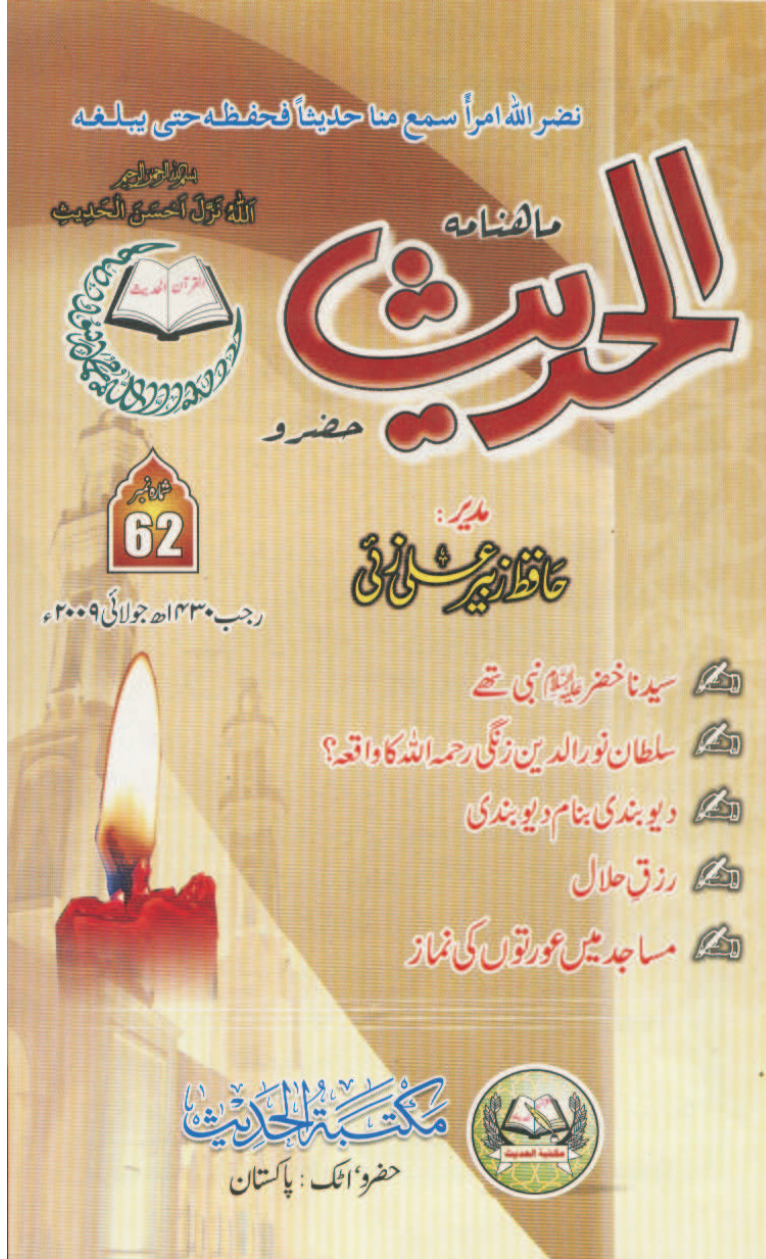


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 5:39:15 AM, 4/7/2015



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدْرَسَہ

حَافِظُ زَيْدٍ عَلَی زَنِّی

**معاونین**

حافظ ندیم ظہیر  
ابو خالد شاکر  
محمد اعظم  
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اَللّٰهُمَّ زَلِّ اَحْسَنَ الْحَدِيثِ

**الحديث**

ماہنامہ

نضر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 رجب ۱۴۳۰ھ جولائی ۲۰۰۹ء شمارہ: 7

**اس شمارے میں**

2	ماہنامہ ”الحديث“ کے پانچ سال	حافظ ندیم ظہیر
5	فقہ الحديث	عائزہ عیسیٰ فی
7	توضیح الاحکام	عائزہ عیسیٰ فی
15	دیوبندی بنام دیوبندی	محمد زہیر صادق آبادی
33	رزق حلال	عائزہ عیسیٰ فی
36	نماز کے مسائل	عائزہ عیسیٰ فی
40	مساجد میں عورتوں کی نماز	عائزہ عیسیٰ فی
44	امام فضیل بن عیاض	اعظم السبکی
45	اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۱۲)	عائزہ عیسیٰ فی
49	[تجدد پسند حضرات کی مغرب پرستی]	

**قیمت**

فی شمارہ : 20 روپے  
سالانہ : 200 روپے  
علاوہ محصول ڈاک  
پاکستان: مع محصول ڈاک  
250 روپے

**خط کتابت**

**مکتبہ الحديث**  
حضرت ضلع انک

**نشر** حافظ شیر محمد  
0300-5288783

**مقام اشاعت**

**مکتبہ الحديث**  
حضرت ضلع انک

برائے رابطہ  
0302-5756937

حافظ ندیم ظہیر

کلمۃ الحدیث

## ماہنامہ ”الحديث“ کے پانچ سال

میڈیا کے اس دور میں ایسے رسائل و جرائد کی کمی نہیں جو مغربی کلچر کی تشہیر اور اسلامی تہذیب و تمدن کی تردید میں کوشاں ہیں۔ ایسے لٹریچر کی بھی بھرمار ہے جس میں تعلیمات محمدیہ (ﷺ) کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اپنے آقاؤں کی منشاء سے شریعت اسلامیہ کے خلاف ایسا گھناؤنا پروپیگنڈا کیا کہ اسے تشدد پر مبنی، غیر انسانی اور انتہا پسندی کا دین کا قرار دیا گیا ہے۔ حیرت افزا بات یہ ہے کہ اس طرح کا زہر اُگلنے والے لوگوں نے اپنے تئیں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے علمبردار ہونے کا دعویٰ بھی کر رکھا ہے۔

جس طرح کلین شیواس کالرز اور بخشی داڑھی والے دانشوروں نے ”دین اسلام“ کی ”تجدید“ کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، اسی طرح جبوں، قبوں والے اور اصحاب دستار بھی بدعات و خرافات اور من پسند شخصیات و مخصوص نظریات کے ذریعے سے ایک نئے ”دین“ کو متعارف کرانے کے لئے پُر عزم ہیں۔

الغرض! اسلام کے نام پر بہت سے گروہ سراٹھاپکے ہیں جو لوگوں میں تحریروں و تقریر کے ذریعے سے اپنی فکر عام کر رہے ہیں۔ باطل افکار کی روک تھام کے لئے اہل حق اپنی استطاعت کے مطابق ہمہ وقت مصروف عمل ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے مزید تقویت پہنچائی جائے۔ اسی سوچ کے تحت آج سے تقریباً پانچ سال قبل نامساعد حالات میں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی زیر ادارت ”الحديث“ کے نام سے ایک شمع جلائی گئی تھی، جس کی روشنی اب سورج کی کرنیں بن کر ہر سو چمکا اور دمکار بنی ہے۔

واضح رہے کہ مجلہ الحدیث ایک عزم، منہج، دعوت اور مشن کا نام ہے جو بڑے احسن انداز سے کامیابی کے راستے پر گامزن ہے اور اس کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ اس کی دعوت

کھری، سچی اور سچی بلکہ قرآن (احسن الحديث) کی آواز ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اصحاب امر ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں باہم اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور بہت اچھا انجام ہے۔ (النساء: ۵۹)  
یہ وہ دعوت ہے جس کا اعلان چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے کیا، آپ نے فرمایا: ((قد تترككم على البيضاء ليلها كنهارها، لا يزيغ عنها بعدى إلا هالك)) میں تمہیں چمکتی (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں، اس کی رات (بھی) اس کے دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد اس سے وہی پھرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔  
(سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۳ و سندہ صحیح)

یہ وہی دعوت ہے جس کی تبلیغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔  
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے امور (احکامات) میں سے کوئی چیز چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (صحیح بخاری: ۳۰۹۳، صحیح مسلم: ۱۷۵۹)  
سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أما العالم فإن اهتدأ فلا تقلدوه دينكم.“ عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔  
(جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۱۱۲، سندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا تقلدوا دينكم الرجال.“  
اپنے دین میں آدمیوں کی تقلید مت کرو۔ (اسنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰۶۲، سندہ صحیح)  
یہی وہ دعوت ہے جس پر ائمہ دین بھی ہمیشہ کار بند رہے۔

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کی وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔ (مناقب احمد ص ۱۸۲، سند حسن)

قارئین! ہماری یہ دعوت جہاں عقل پرستوں کو منہج سلف صالحین سے آگاہ کر رہی ہے وہاں اکابر پرستوں کے لئے بھی مشعلِ راہ ہے۔ یہ منہج اس قدر واضح اور شفاف ہے کہ تقلید کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تعصب زدہ مقلدین کی آنکھیں بھی چند ہی گئی ہیں۔

اپنے ان پانچ سالوں میں قرآن، حدیث اور اجماع کی برتری کے ساتھ ساتھ اہل حق (اہل حدیث) پراٹھنے والے اعتراضات کے بھی مسکت و دندان شکن جوابات دیئے گئے، علاوہ ازیں فقہ القرآن، فقہ الحدیث، علمی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین بھی دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔

قابلِ توجہ: اختلاف رائے ہر کسی کا حق ہے اور ممکن ہے کہ ہمارے طریقہ کار اور منہج سے بعض لوگ اختلاف رکھتے ہوں لیکن ایسے حضرات سے عرض ہے کہ وہ ادھر ادھر چہ مگوئیاں، دُشنام طرازیوں اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے کے بجائے صحیح منہج پر مدلل لکھیں لیکن یہ بھی گزارش ہے کہ پہلے ہمارے موقف سے اچھی طرح آگاہی حاصل کریں۔ ”الحديث“ کے صفحات ان کے لئے حاضر رہیں گے بلکہ کوئی اور صاحبِ قلم و اہل علم لکھنا چاہیں تو انھیں بھی مایوس نہیں کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ماہنامہ ”الحديث“ کا یہ امتیاز ہے کہ جب حق بات کا علم ہو جائے یا کوئی غلطی کی نشاندہی کرے تو فوراً اصلاح اور حق کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہی ہمارے سلف صالحین کا طرہ امتیاز تھا۔

قارئین کرام! اگر آپ ہماری دعوت و منہج سے متفق ہیں تو پھر قرآن و سنت کے پھولوں اور کلیوں کی دل آویز خوشبو ”الحديث“ کو عام کیجئے، ہر گھر کی زینت بنائیے، اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہماری ہر دینی کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔ (آمین)

و ما علينا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

### اضواء المصائب

(۱۹۳) وعن ابن مسعود قال : من كان مستنًا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة. أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا أفضل هذه الأمة، أبرها قلوبًا وأعمقها علمًا وأقلها تكلفًا، اختارهم الله لصحبة نبيه وإقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على آثارهم وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم وسيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم. رواه رزين. اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جو شخص کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے طریقے پر عمل کرے جو فوت ہو گیا ہے کیونکہ زندہ شخص کے بارے میں فتنے سے بے خوف نہیں ہو سکتے۔ محمد ﷺ کے صحابہ اس اُمت میں سب سے افضل، نیک ترین دلوں والے، گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، اللہ نے انہیں اپنے نبی کا ساتھی بنانے اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چن لیا لہذا اُن کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کے آثار کی اتباع کرو اور اپنی استطاعت کے مطابق، اُن کے اخلاق اور سیرتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔ اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔ رزین والا حوالہ تو بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے لیکن اس جیسی ایک روایت کو ابن عبد البر نے جامع بیان العلم وفضله (۹۷/۲) میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قتادہ راوی بیان کئے گئے ہیں اور قتادہ کی ابن مسعود سے روایت منقطع (یعنی مردود) ہے۔ قتادہ تک سند میں بھی نظر ہے۔ اس روایت کا دوسرے صحابی سے ایک شاہد حلیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱) میں ہے لیکن اُس کی سند بھی ضعیف ہے۔

(۱۹۴) وعن جابر أن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما أتى رسول الله



ﷺ بنسخة من التوراة فقال : يا رسول الله ! هذه نسخة من التوراة فسكت ،  
فجعل يقرأ ووجه رسول الله ﷺ يتغير . فقال أبو بكر : ثكلتك الثواكل !  
ما ترى ما بوجه رسول الله ﷺ ؟ ! فنظر عمر إلى وجه رسول الله ﷺ  
فقال : أعوذ بالله من غضب الله و غضب رسوله ، رضينا بالله رباً  
وبالإسلام ديناً و بمحمد نبياً . فقال رسول الله ﷺ : (( والذي نفس  
محمد بيده ! لو بدا لكم موسى فاتبعتموه و تركتموني لضللتكم عن سواء  
السبيل ولو كان حياً و أدرك نبوتي لا تبعني . )) رواه الدارمي .

اور جابر (بن عبد اللہ الانصاری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عمر بن  
الخطاب رضی اللہ عنہما تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے تو کہا: یا رسول اللہ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے تو  
آپ خاموش ہو گئے پھر وہ (عمر رضی اللہ عنہ) سے پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک  
متغیر ہو رہا تھا پھر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: تجھے گم کرنے والیاں گم پائیں! کیا تم رسول اللہ  
ﷺ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتے؟ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی  
طرف دیکھا تو کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ  
کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہیں تو رسول اللہ  
ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر تمہارے  
سامنے موسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہو جائیں پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے  
بھٹک کر گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر وہ (موسیٰ علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میرا دور نبوت پاتے تو میری  
اتباع کرتے۔ اسے دارمی (۱۱۵/۱، ۱۱۶ ح ۴۴۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند میں مجالد بن سعید الہمدانی ضعیف عند المجہور راوی ہے۔

اور یہ روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن کے درجے تک نہیں پہنچتی۔

دیکھئے حدیث سابق: ۱۷۷

حافظ زیر علی زئی

## توضیح الاحکام

سیدنا خضر علیہ السلام نبی تھے

سوال: کیا خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی یا فرشتہ؟ ”شریعت و طریقت“ میں مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے غیر نبی ہونے کو اقرب الی الحق قرار دیا ہے۔ کیا ان کا موقف صحیح ہے؟  
(محمد عمران اعظم)

الجواب: سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں رائج یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ ثقہ امام ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۷ھ) نے فرمایا: ”والجمهور على أن الخضر نبي... والجمهور على أنه مات“ اور جمهور اس پر ہیں کہ خضر نبی ہیں.... اور جمهور اس پر ہیں کہ وہ فوت ہو گئے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۶ ص ۱۳۹، سورۃ الکہف: ۶۵)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر ایک کتاب: ”الزهر النضر في نبأ الخضر“ لکھی ہے۔ دیکھئے مجموعۃ الرسائل المنیر یہ (۲/۱۹۵-۲۳۴)

اس کتاب کے آخر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ”والذي لا يتوقف فيه الجزم بنبوته“ اور اُس (خضر) کی نبوت کے اقرار بالجزم میں توقف نہیں کرنا چاہئے۔ (ص ۲۳۴)

خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کے کئی دلائل ہیں مثلاً:

۱: اُن کا قول ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي﴾ اور میں نے اسے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

(سورۃ الکہف: ۸۲)

یعنی اُن پر وحی آتی تھی۔

۲: ارشاد باری تعالیٰ کہ ہم نے اُسے (خضر کو) اپنی طرف سے رحمت اور علم عطا فرمایا تھا۔  
دیکھئے سورۃ الکہف (۶۵)

۳: خضر علیہ السلام کا (نابالغ) بچہ قتل کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ الہام کی بنیاد پر قتل جائز نہیں ہے۔



- ۴: خضر نے کہا: بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ (صحیح بخاری: ۴۷۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۸۰)  
معلوم ہوا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی نہیں تھے، ورنہ اس طرح نہ کہتے۔
- ۵: جمہور کا قول جیسا کہ بحوالہ ابوحیان رحمہ اللہ گزر چکا ہے۔
- ۶: حافظ ابن حزم نے کہا: ”والخضر علیہ السلام نبی قدمات“  
اور خضر علیہ السلام نبی تھے، آپ فوت ہو گئے۔ (المحلی ج ۱ ص ۵۰ مسئلہ: ۹۰)  
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ابن القیم کی کتاب: المنار المہیف فی الصحیح والضعیف  
(ص ۶۷-۷۶، فقرہ: ۱۲۳-۱۳۴)
- فائدہ: سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے اور اب زندہ نہیں ہیں لہذا صحابہ کرام میں اُن کا ذکر غلط ہے۔  
نیز دیکھئے حفظ الرحمن سیوہاروی تقلیدی کی کتاب: قصص القرآن (ج ۱ ص ۴۳۳-۴۴۰)  
جناب عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”... وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نہ نبی تھے نہ ولی، بلکہ وہ انسان بھی نہ تھے.... یہ اقرب الی الحق ہے۔“

(شریعت و طریقت ص ۱۲۴، ۱۲۵)

تحقیق مذکور میں کیلانی صاحب نے سیدنا خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کر کے انھیں فرشتہ قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک کیلانی صاحب کی یہ ”تحقیق“ دلائل صحیحہ اور جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط اور ابعداً عن الحق ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تخت لانے والا کون تھا؟

سوال: سلیمان علیہ السلام کا تخت لانے والا فرشتہ تھا (جیسا کہ عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ کا موقف ہے) یا نیک آدمی تھا؟ اگر نیک آدمی تھا تو کیا ولی اپنے اختیار سے کسی کرامت کو ظاہر کر سکتا ہے؟ مسئلہ کرامت اولیاء کے بارے میں اہل سنت والجماعت یعنی اہل حدیث کے موقف کی وضاحت فرمائیں۔  
(محمد عمران اعظم)

الجواب: صحیح سند کے ساتھ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ملکہ سبا کا عرش لانے والا کون تھا۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سندوں کے ساتھ مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

جمہور کا یہ قول ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھے۔ دیکھئے البحر المحیط (۷۲/۷، ۷۳)!!  
یادر ہے کہ عرش (تخت) لانے والے کا غیر نبی ہونا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے  
بلکہ ﴿عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ﴾ [النمل: ۴۰] میں اُس کے نبی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

صحیح سند کے ساتھ ثابت شدہ کرامت برحق ہے لیکن یادر ہے کہ کرامت کا اظہار کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ دعا وغیرہ ہوتی ہے جسے بعض اوقات دربار الہی سے مقبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ عوام الناس میں جتنی شریک، بدعیہ اور بے سرو پا قسم کی کرامتیں مشہور ہیں، صحیح سند سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

### سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کا واقعہ؟

سوال: اگر راجح قول کے مطابق نبی کریم ﷺ کا دیدار قیامت کو ہوگا تو پھر سلطان نور الدین زنگی کے واقعہ کی حقیقت آشکار کریں یا یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں بھی آپ ﷺ کا دیدار ممکن ہے۔ (محمد عمران اعظم)

الجواب: سلطان نور الدین محمود بن ابی سعید زنگی بن آق سُنقر التُرکی السُلجُوقی رحمہ اللہ ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۹ھ میں اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۱۸/۶۰) اور تاریخ ابن الجوزی: المنتظم فی تاریخ المملوک والامم (۲۰۸/۱۸)

آپ حنفی فقہاء میں سے متبع کتاب و سنت تھے۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے ایک عظیم الشان واقعہ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نور الدین زنگی سیدنا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ترجیح دینے والے متبع سنت تھے۔

دیکھئے البدایہ والنہایہ (ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۷ و فیات ۵۶۹ ھ)  
آپ عظیم مجاہد اور عادل سلطان تھے۔ رحمہ اللہ  
آپ اپنے بستر پر فوت ہوئے لیکن ہر وقت شہادت کی تمنا اور جستجو میں رہتے تھے، اسی  
وجہ سے لوگوں نے آپ کو نور الدین الشہید کا لقب دیا۔ آپ نے مدینہ منورہ کی فیصلوں  
(دیواروں) کی تکمیل کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء للذہبی (۵۳۲/۲۰)  
آپ کے مفصل حالات کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:  
المنتظم (۲۰۹/۱۸-۲۱۰) تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۲۳-۱۱۸/۶۰) الکامل فی التاريخ  
لابن الاثیر (۱۲۴/۹-۱۲۶) تاریخ الاسلام للذہبی (۳۸۷-۳۷۰/۳۹) سیر اعلام النبلاء  
(۵۳۱/۲۰-۵۳۹) اور البدایہ والنہایہ (۲۵۴-۲۳۹/۱۴) وغیرہ  
ابن اثیر نے لکھا ہے: ”وكان عارفاً بالفقه على مذهب أبي حنيفة ليس عنده فيه  
تعصب“ اور وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر فقہ کے عالم تھے، اس میں کسی قسم کا تعصب نہیں  
کرتے تھے۔ (الکامل ۱۲۵/۹)  
اس قسم کے حنفی علماء مقلد اور تقلید پرست نہیں ہوتے بلکہ مکتب فکر اور تفقہ کی نسبتوں  
کے باوجود قج کتاب و سنت رہتے ہیں۔ ان کے برعکس دیوبندی اور بریلوی حضرات تقلید کی  
دلدل اور تعصب کے خولوں میں سر تا پا غرق ہیں۔ ھداهم اللہ تعالیٰ  
۸۴۴ ہجری میں پیدا اور ۹۱۱ ھ میں فوت ہونے والے نور الدین علی بن عبد اللہ بن احمد  
السمہودی نے علامہ جمال الدین الاسنوی (عبدالرحیم بن الحسن بن علی الشافعی) پیدائش  
۷۰۴ ھ وفات ۷۷۲ ھ) سے نقل کیا ہے کہ دونہرا نیوں (عیسائیوں) نے حجرہ مبارکہ کے  
پاس کسی گھر میں کھدائی کر رکھی تھی تاکہ نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک قبر سے نکال لیں۔ نور  
الدین الشہید نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔  
بعد میں دونوں نصرانی پکڑے گئے اور انھیں قتل کر دیا گیا۔ نور الدین رحمہ اللہ نے حجرے کے  
چاروں طرف سیسے کی عظیم دیوار بنادی۔ ملخصاً

دیکھئے وفاء الوفاء بأخبار المصطفى ﷺ للمسمودی (ج ۲ ص ۱۸۵-۱۸۸)

یہ قصہ اس وجہ سے ضعیف اور غیر ثابت ہے کہ جمال الدین الاسنوی نے نور الدین الشہید کے معاصرین میں سے کسی ثقہ و صدوق گواہ تک کوئی متصل سند بیان نہیں کی اور بے سند و منقطع روایت مردود ہوتی ہے۔

نور الدین زنگی رحمہ اللہ کے حالات ابن جوزی، ابن عساکر اور دیگر علماء نے لکھے ہیں مگر کسی نے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کیا لہذا وہ کون سا ذریعہ تھا جس سے اسنوی مذکور (جو زنگی رحمہ اللہ کی وفات کے ۱۳۵ سال بعد پیدا ہوئے) کو اس واقعے کا پتا چل گیا؟  
سمہودی نے المجہد اور مطری کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں بھی زنگی رحمہ اللہ کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔

خلاصۃ التحقيق: خواب والا یہ قصہ باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اس فانی دنیا میں نبی کریم ﷺ کا دیدار ہونا کسی صحیح حدیث یا آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ اگر اس طرح دیدار ہوتا تو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو ضرور ہوتا، مگر کسی سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں آیا۔ رہے اہل تصوف اور اہل خرافات کے دعوے تو علمی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فائدہ: سبط ابن الجوزی (یوسف بن قزغلی الواعظ) نے اس واقعے کے علاوہ ایک دوسرے خواب کا ذکر کیا ہے جس میں (بقول سبط ابن الجوزی) نبی ﷺ نے فرنگیوں (کافر انگریزوں) کے حملے کی اطلاع دی تھی۔

دیکھئے مرآة الزمان (۱۹۹/۸-۲۰۰) اور سیر اعلام النبلاء (۵۳۸/۲۰)

اس واقعے کا راوی سبط ابن الجوزی بذاتِ خود سخت مجروح اور بدعتی تھا۔

حافظ ذہبی نے کہا: میں اُسے نقلِ روایت میں ثقہ نہیں سمجھتا، وہ رافضی تھا، اس نے مرآة الزمان نامی کتاب لکھی جس میں وہ منکر حکایتیں لاتا ہے۔

شیخ محی الدین السوسی نے کہا: جب میرے دادا کو سبط ابن الجوزی کی موت کی اطلاع ملی تو

انھوں نے فرمایا: اللہ اُس پر رحم نہ کرے، وہ رافضی تھا۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۴/۴۷۱، دوسرا نسخہ ۷/۳۰۴)

ابن قنولی پر مزید جرح کے لئے دیکھئے اُس کی کتاب ”تذکرۃ الخواص“ اور محمد نافع تقلیدی جھنگوی کی کتاب ”حدیث ثقلین“ (ص ۱۷۴)

نماز وتر میں ہاتھ اٹھائے بغیر قنوت پڑھنا

سوال: نماز وتر میں رکوع سے قبل ہاتھ اٹھائے بغیر قنوت پڑھنے کی کیا دلیل ہے؟

(محمد عمران اعظم)

الجواب: اس سوال کے جواب کی دو فرمیں (قسمیں) ہیں:

۱: نماز وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کا ذکر سنن دارقطنی (۲/۳۱۲ ح ۱۶۴۴، وسندہ

حسن) اور سنن النسائی (۱/۲۴۸ ح ۱۷۰۰) میں ہے۔

دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین (ح ۲۸ فائدہ: ۳)

۲: قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانا کسی صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز وتر میں رکوع سے پہلے، ہاتھ اٹھائے بغیر قنوت پڑھنا صحیح ہے۔

فائدہ نمبر ۱: اگر کوئی شخص قنوت وتر کو قنوت نازلہ پر قیاس کر کے اور دوسرے دلائل کو مد نظر رکھ کر رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو بھی جائز ہے۔

فائدہ نمبر ۲: اگر کوئی شخص قنوت وتر کو قنوت نازلہ پر قیاس کر کے اور دوسرے آثار کو مد نظر رکھ کر قنوت وتر میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھے تو بھی جائز ہے۔

یوسف النبیہانی کون تھا؟

سوال: علامہ (!) نبیہانی کون شخص ہے؟ اس کا عقیدہ اور مرتبہ و مقام کیا ہے، اس کا مختصر

تعارف کرائیں؟

الجواب: یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبیہانی الشافعی (متوفی ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۲ء) ایک

بدعتی ”مولوی“ تھا جس نے شواہد الخلق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، جامع کرامات الاولیاء اور الانوار المحمدیہ وغیرہ کتابیں لکھیں۔ علمائے حق میں سے علامہ ابوالمعالی محمود شکاری آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۲ھ) نے اس کا رد ”غایۃ الامانی فی الرد علی النہانی“ کے نام سے لکھا۔ نیز دیکھئے الجواب الفائق فی الرد علی مبدل الحقائق (تالیف عبداللہ بن عبدالرحمن بن جبرین ج ۹ بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

نبہانی مذکور نے کسی محمد بن عبداللہ بن علوی کے بارے میں لکھا ہے: ”آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ متوسلین میں سے کسی کے پاس بیٹھے تھے کہ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے پھر لوٹے تو آپ کے کپڑوں میں سے پانی ٹپک رہا تھا، ان صاحب نے اُٹھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میرے متوسلین میں سے بعض کا جہاز پھٹ گیا تھا انہوں نے مجھ سے مدد مانگی تو میں نے اُس میں اپنا کپڑا لگا دیا حتیٰ کہ اُن لوگوں نے اس پھٹن کو درست کر لیا اور جہاز جیسا تھا ویسا ہو گیا۔“ (جمال الاولیاء ترجمہ جامع کرامات الاولیاء/ اشرف علی تھانوی ص ۱۴۱، ۱۴۲)

یہ خود ساختہ کرامت صریحاً شرک پر مبنی ہے کیونکہ اس میں اللہ کو چھوڑ کر اُس کی مخلوق کو مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارا گیا ہے۔

ان بدعتیہ لوگوں کے رد کے لئے دیکھئے سورۃ النمل (آیت نمبر ۶۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل بدعت کے اس لکھاری نبہانی کی کسی روایت (جس میں وہ منفرد ہو) کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عقائد بدعیہ کی وجہ سے ساقط العدالت ہے۔

شیخ شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ نے یوسف بن اسماعیل النہانی الفلستانی کے بارے میں فرمایا: ”وكان شاعراً مجيداً و أديباً بارعاً لكنه وثني داعية إلى الشرك و الكفر وهو أحد كبار أئمة القبورية.“ وہ بہترین شاعر اور فاضل ادیب تھا لیکن بت پرست، شرک اور کفر کی طرف دعوت دینے والا تھا اور وہ قبر پرستوں کے بڑے اماموں میں سے ایک تھا۔ (جہو و علماء الخفیۃ فی ابطال عقائد القبریۃ ج ۱ ص ۴۳۲)

### دیوبندی حضرات اور تاویلات

سوال: دیوبندی حضرات صفات باری تعالیٰ میں ”صفت ید“ کے علاوہ بھی کسی صفت کے منکر یا تاویل کے قائل ہیں، بحوالہ وضاحت کریں؟ (محمد عمران اعظم)

الجواب: جی ہاں! وہ دیگر صفات کا بھی انکار یا تاویل کرتے ہیں مثلاً صفت استواء اور صفت کلام وغیرہ۔

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے صفات باری تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کر کے لکھا ہے: ”اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔“ الخ (المہند علی المہند ص ۲۳۰، ۲۳۱ سوال ۱۳، ۱۴)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ”... اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔ اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوئی تھی...“ (تقریر تہذیب ص ۲۰۳، ۲۰۴)

معلوم ہوا کہ متاخرین آل التقليد نے ”نصاریٰ کی مشابہت“ سے بچنے کا بہانا کر کے جہمیہ و مبتدعین کا مذہب اختیار کیا ہے اور تمام امور میں تاویل کی خرا کو چلایا ہے۔ (۳۱/ مارچ ۲۰۰۹ء)

### عذاب قبر سے نجات یا روٹی کا علم؟!

امام ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان الخزاعی (ابن شہویہ) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْقَبْرِ فَعَلَيْهِ بِالْأَثَرِ وَمَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْخُبْرِ فَعَلَيْهِ الرَّأْيُ“ جسے قبر (میں نفع دینے) والا علم چاہئے تو وہ آثار کو لازم پکڑے اور جسے روٹی کا علم چاہئے تو وہ (کتاب و سنت کے مقابلے میں) رائے کو لازم پکڑے۔!

(شرف اصحاب الحديث: ۱۴۹، وسندہ حسن)



محمد زبیر صادق آبادی

## دیوبندی بنام دیوبندی

ایک دیوبندی مقلد محمد یوسف نے ایک کتاب ”غیر مقلد بنام غیر مقلد“ لکھ کر یہ تاثر پیش کیا ہے کہ اہل حدیث کے درمیان اختلاف ہے لہذا یہ حق پر نہیں۔ !  
اپنی اس کتاب میں مقلد محمد یوسف نے بڑی خیانتیں کی ہیں جن کی تفصیل اور جواب کے لئے دیکھئے مولانا عبدالرؤف سندھو حفظہ اللہ کی کتاب ”احناف کی چند کتب پر ایک نظر“ میرے اس مضمون ”دیوبندی بنام دیوبندی“ لکھنے کا مقصد اُن دیوبندی مقلدین کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مقلدین دیوبند کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتحاد ہی اتحاد ہے۔! سبحان اللہ

دیوبندی اختلافات، تعارضات اور تناقضات کی تفصیل بے حد طویل ہے لیکن فی الحال سر دست تینتیس (۳۳) حوالے پیش خدمت ہیں:  
۱) علامہ دمیری نے اپنی کتاب ”حیۃ الحیوان“ میں جھینگے کو سمک (مچھلی) کی ایک قسم قرار دیا ہے اور محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

”اسی بناء پر بعض علماء ہند اس کی حلت کے قائل ہیں، جن میں حضرت تھانویؒ بھی داخل ہیں، چنانچہ انھوں نے ”امداد الفتاویٰ“ میں اس کی اجازت دی ہے۔“

(درس ترمذی ج ۱ ص ۲۸۳)

معلوم ہوا کہ اشرف علی تھانوی کے نزدیک جھینگا حلال ہے۔  
دوسری طرف تقی عثمانی نے جھینگے کے بارے میں کہا:  
”ان وجوہ کی بناء پر رائج یہی ہے کہ وہ مچھلی نہیں ہے، لہذا اسے کھانا درست نہیں۔“

(درس ترمذی ج ۱ ص ۲۸۴)

تنبیہ: وارث سرہندی ایم اے (اردو لغت کے ماہر) لکھتے ہیں:

”جھینگا: ایک قسم کی چھوٹی مچھلی“ (علمی اردو لغت ص ۵۶۶)

۲) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا:

”عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔“

(الکلام الحسن جلد دوم ص ۱۰۵، ملفوظات حکیم الامت طبع جدید ج ۲۶ ص ۲۲۶)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

① تھانوی \_\_\_\_\_ عید کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

② گنگوہی \_\_\_\_\_ کے نزدیک عید کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔

۳) تقی عثمانی نے لکھا ہے:

”کپڑے کے وہ باریک موزے جو خنیں نہ ہوں، لیکن ان کے تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ جنہیں فقہاء رقیق منعل کہتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہائے حنفیہ کا کچھ اختلاف رہا ہے۔ اس مسئلہ میں حضرت والد صاحبؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ ان پر مسح جائز نہیں (جس کے تفصیلی دلائل کے لئے والد صاحبؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکا ہے) لیکن حضرت مدنیؒ کا رجحان جواز کی طرف تھا۔ اس مسئلہ پر زبانی گفتگو تو کئی بار ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔“ الخ (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ تقی عثمانی کے والد ”مفتی“ محمد شفیع مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں سمجھتے تھے اور حسین احمد مدنی ٹانڈوی اسی مسح کو جائز سمجھتے تھے بلکہ بقایا عبارت سے ثابت ہے کہ وہ اس جواز پر خود عمل بھی کرتے تھے۔

ایک کے نزدیک جائز اور دوسرے کے نزدیک ناجائز!

۴) رات کی نماز اور تراویح کے بارے میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

”والمختار عندي أنهما واحد“ اور میرے نزدیک مختار (راج اور قابل اختیار) یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نماز ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰)

اس کے مقابلے میں جمیل احمد ندیری (دیوبندی) نے لکھا ہے:  
”لیکن ہمارے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ تہجد اور تراویح کو الگ الگ نمازیں ہیں۔“

(رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۳۳۰)

۵) بیس رکعات تراویح والی روایت کے بارے میں انور شاہ کاشمیری نے کہا:  
”وَأَمَّا عَشْرُونَ رَكْعَةً فَهُوَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ وَعَلَى ضَعْفِهِ اتِّفَاقٌ“  
اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ ﷺ سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور ان کے ضعیف ہونے  
پر اتفاق ہے۔ (العرف الذی ج ۱ ص ۱۶۶)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:  
”قلت سندہ حسن و تلقته الأئمة بالقبول فهو صحيح .“

یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور اُمت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لئے یہ صحیح  
ہے۔“ (تحقیق مسئلہ تراویح ص ۱۵، مجموعہ رسائل ج ۲۳۳، تجلیات صفحہ ج ۳ ص ۳۰۶، ۳۰۷)

۶) مغرب کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی  
نے لکھا ہے:

”سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی اذان جب ہوتی ہے تو اس وقت دو رکعت نماز نفل  
پڑھنا جائز اور مباح ہے، البتہ سنت یا مستحب نہیں، اس لئے جمہور کا عمل اس پر نہیں رہا، البتہ  
پڑھنے والے پر تکلیف نہ کیا جاوے۔“ (نماز مسنون کا اس ص ۵۵۶)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:  
”الغرض پہلے اباحت تھی جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔“ (تجلیات صفحہ ج ۲ ص ۶۲۰) !

تنبیہ: سواتی ”جمہور کا عمل“ سے مراد آل دیوبند کے جمہور کا عمل ہے۔ واللہ اعلم  
۷) محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الکوفی کے بارے میں انور شاہ کاشمیری نے کہا:

”وقد جربت منه التغيير في المتن والأسانيد فهو ضعيف عندي ، كما  
ذهب إليه الجمهور“ اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ وہ متن اور اسانید میں تبدیلی کرتا تھا

لہذا وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

کشمیری کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”محمد بن ابی لیلیٰؒ پر اگرچہ بعض محدثین نے خراب حافظہ کی وجہ سے جرح کی ہے تاہم پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہیں۔۔۔“ (نور الصباح ص ۱۶۲، طبع دوم ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء)

۸) رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں جمیل احمد ندیری دیوبندی نے لکھا ہے: ”رفع یدین منسوخ ہے۔“ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۱۹۸)

اس کے مقابلے میں عبد الحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:

”رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کر لے تو جائز ہے۔“ (نماز مسنون کلاں ص ۳۴۹)

ندیری کے مقابلے میں انور شاہ کاشمیری نے لکھا یا لکھوایا ہے:

”وليعلم أن الرفع متواتر اسناداً وعملاً لا يشك فيه ولم ينسخ ولا حرف منه وإنما بقي الكلام في الأفضلية“ اور جاننا چاہئے کہ رفع یدین سند اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور نہ یہ منسوخ ہوا ہے اور نہ اس میں سے کوئی حرف منسوخ ہوا ہے، کلام تو صرف افضلیت میں باقی ہے۔ (نیل الفرقدین ص ۲۲)

۹) تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے ممانعت والی حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ اس حدیث کو رکوع والے رفع یدین کے خلاف پیش کر کے محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے کہ

”مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں آنجناب ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔“ (نماز پیغمبر ص ۱۶۸)

الیاس فیصل کے مقابلے میں محمود حسن دیوبندی (اسیر مالٹا، دیوبندی شیخ الہند) نے کہا:

”باقی اذنا بخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں۔ کیونکہ وہ سلام

کے بارہ میں ہے....“ (تقاریر شیخ الہند ص ۶۵، الورڈالغذی ص ۶۳)  
محمد تقی عثمانی نے کہا:

”لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے....“

(درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶)

۱۰) محمد بن اسحاق بن یسار کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ))

جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔

اس حدیث کو نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے خلاف پیش کر کے جمیل احمد ندیری نے لکھا ہے:

”چونکہ نماز جنازہ اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دعاء ہے نماز نہیں، اس لئے نماز کی طرح اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے...“ (رسول اکرم ﷺ طریقہ نماز ص ۳۶۵)  
نیز دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۲ ص ۵۷۷)

اور دیوبندیوں کی کتاب ”حدیث اور اہل حدیث“ (ص ۸۶۱)  
ان سب کے مقابلے میں محمد تقی عثمانی نے کہا ہے:

”حنفیہ کی دلیل میں عموماً ابوداؤد کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ“  
لیکن اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کا مطلب اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا ہے نہ یہ کہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔“ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

۱۱) فرض نماز مثلاً ظہر اور عصر وغیرہما کی آخری دو رکعتوں کے بارے میں محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے لکھا: ”فرائض کی آخری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت میں قراءت ضروری نہیں صرف تین تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ يَا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى) کی مقدار قیام فرض ہے اور اس دوران سورہ فاتحہ کا پڑھنا مستحب ہے۔“ (چارسواہم مسائل ص ۳۵)

اور اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

”اگر کچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست ہے“ (ہفتی زیور ص ۱۶۳، حصہ دوم ۱۹، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان مسئلہ نمبر ۱۷) ان دونوں کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ کچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۃ فاتحہ ضروری ہے۔ اور اسی روایت کو حافظ ابن ہمامؒ نے پسند کیا اور ترجیح دی ہے (فصل الخطاب ص ۷) اور حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن ہمامؒ اور علامہ بدرالدین عینیؒ (وغیرہ) نے ثم افعل ذلك فی صلاتك کلھا کی حدیث سے کچھلی دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے (فیض الباری جلد ۲ ص ۳۰۰) اور نیز علامہ سندھی حنفیؒ (التوفی ۱۱۴۰ھ) اسی حدیث سے ہر ایک رکعت میں وجوب سورۃ فاتحہ پر احتجاج کرتے ہیں (سندھی علی البخاری جلد ۱ ص ۹۵) اور اسی طرح دیگر محققین علماء احناف بھی کچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۃ فاتحہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۷۱، دوسرے نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵)

لیکن ماسٹر امین اوکاڑوی نے ان مذکورہ دیوبندیوں کے خلاف لکھا ہے:

”ہم فاتحہ کو فرض کی تیسری، چوتھی رکعت میں سنت کہتے ہیں“ (تجلیات صفدر ج ۶ ص ۲۵۳)

نیز دیکھئے صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کی کتاب: نماز مسنون (ص ۲۸۷)

تنبیہ: ان دیوبندی عبارات سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کو واجب، سنت یا مستحب کہنا تقلید کا مسئلہ ہرگز نہیں بلکہ اجتہادی مسئلہ ہے اور دیوبندی علماء یہ کہنے کے باوجود کہ ہم میں اجتہاد کی اہلیت نہیں (دیکھئے الکلام المفید ص ۶۷) اجتہاد کرنے سے باز نہیں آتے۔

نیز دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۴۱، دوسرے نسخہ ص ۶۳)

(۱۲) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”محمد بن اسحاقؒ کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے“ (احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۷۷)

سرفراز خان صفدر کے مقابلے میں محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”سیرت اور مغازی کے امام ہیں۔ جمہور علماء نے ان کی توثیق کی ہے۔“ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۶)

یہاں بطور فائدہ دو اہم باتیں پیش خدمت ہیں:

- ① تبلیغی نصاب (ص ۵۹۵، فضائل ذکر ص ۱۱۷) اور فضائل اعمال (ص ۴۸۷) میں محمد بن اسحاق کو ثقہ اور مدلس لکھا ہوا ہے۔ یاد رہے کہ قابل حجت اور قابل اعتماد راوی کو ثقہ کہتے ہیں۔
- ② احکام میں محمد بن اسحاق کی روایات کو دیوبندی ”علماء“ نے حجت سمجھا اور قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے درس ترمذی (ج ۱ ص ۲۷۴، ۲۷۵) نمازِ بیغمبر (ص ۱۰۵) رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۳۶۲) حدیث اور اہل حدیث (ص ۷۱) تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۵۷۷)
- ③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد اور صحیح بخاری کے راوی امام مکرمہ کے بارے میں ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”یہ خارجی بھی ہے ابن عباسؓ پر جھوٹ بولتا ہے۔“ (تحفہ الہدیت حصہ سوم ص ۶۵)

جھنگوی مذکور کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تقریب التہذیب لکھا ہے: ”عکرمہ ثقہ تھے (ایضاً ص ۲۶۸)“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۸۲ حاشیہ)

زکریا تبلیغی دیوبندی نے کہا:

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؓ مشہور علماء میں سے ہیں.... اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہؓ غلام حضرت عکرمہؓ بن گئے کہ بَحْرُ الْأُمَّةِ اور حَبْرُ الْأُمَّةِ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک



عکرمہ ہیں۔“ (تبلیغی نصاب ص ۱۷۲، حکایات صحابہ ص ۱۷۲، گیارہواں باب حکایت نمبر ۱۵، فضائل اعمال ص ۱۷۲) (۱۴) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تہذیب التہذیب اور بطور اقرار لکھا ہے: ”ابراہیم بن سعد کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور حجت کہتے ہیں امام عجلؒ اور ابو حاتمؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقات مسلمین میں تھے اور ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے روایتیں کی ہیں۔“

(باب جنت بجواب راہ جنت ص ۲۳۸)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ”سند کا تیسرا راوی ابراہیم بن سعد ایک گویا تھا۔ تجلیات میں کاتب کی غلطی سے سعد بن ابراہیم چھپ گیا۔ جس پر موصوف کو شور مچانے کا موقع مل گیا۔ موصوف فرمائیں گے کہ گانے بجانے سے راوی کی عدالت مجروح ہوتی ہے یا نہیں۔“ (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۲۰۱)

(۱۵) امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر حافظہ کی خرابی والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

”یہ اعتراض بھی باطل ہے“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۸۱)

سرفراز خان کے مقابلے میں حماد بن سلمہ مذکور کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”وہ اگرچہ ثقہ تھے، مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا (تقریب ص ۸۲) اور کوئی ان کا متابع موجود نہیں۔ پس یہ روایت موقوفاً بھی صحیح نہیں۔“

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱۶) قرآن مجید کی آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ الخ کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”امام رازی کا قول مرجوح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کو کفار و مشرکین کے بارے میں نازل قرار دینا تفسیر بالرأی اور بدعت سیئہ ہے بلکہ اس آیت مقدسہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔“ (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۶۱۹)

دوسری طرف ”حکیم الامت“ نامی کتاب کے مصنف اور اشرفی تھانوی دیوبندی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی نے علانیہ لکھا ہے کہ ”حکم کے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار و منکرین ہیں“ (تفسیر ماجدی جلد ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ مجلس نشریات قرآن، کراچی)

نیز دیکھئے ملفوظات تھانوی: الکلام الحسن (ج ۲ ص ۲۱۲)

۱۷) امام ابو بکر بن ابی شیبہ کے دادا ابراہیم بن عثمان کی ایک روایت کی سند کے بارے میں جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے:

”اس کے سلسلہ سند میں بھی ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان موجود ہے۔“

(رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۳۰۴)

جبکہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ: بڑے نیک اور دیندار شخص تھے یہ صاحب مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ کے دادا ہیں اپنے زمانہ میں واسطہ کے قاضی تھے، نہایت عادل تھے۔“

(تجلیات صفحہ ۳ ص ۱۷۳)

۱۸) انوار خورشید (در اصل محمد نعیم الدین دیوبندی، مالک مکتبہ قاسمیہ لاہور/ بحوالہ حدیث اور اہل تقلید ج ۱ ص ۲۹) نے لکھا ہے:

”فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔“ (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۷۸)

اس کے مقابلے میں رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے:

”نماز کے بعد اجتماعی دعاء کا مروجہ طریقہ بالا جماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔ دعاء بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، الا ان يدعو احیاناً لحاجة خاصة.“ (نماز کے بعد دعاء ص ۱۹)

۱۹) اشرفی تھانوی نے لکھا ہے:

”شب برات کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ

ثواب ہے،‘ (بہشتی زیور ص ۲۵۱، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور حصہ سوم ص ۹ مسئلہ نمبر ۱۳)  
محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے۔  
دیکھئے چار سواہم مسائل ص ۱۹۲

اس کے مقابلے میں کراچی میں مفتی زرولی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ  
ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب ”حسن المقال فی کراہیۃ ستہ شوال“ یعنی شوال کے چھ  
روزوں کے مکروہ ہونے کی ”تحقیق“ لکھی ہے۔

تنبیہ: زرولی کے جواب کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ص ۵۱ تا ۴۶  
۲۰ فیض احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے:

”تیسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین: امام بخاریؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم  
کیا ہے۔ ”باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین“ دو رکعت کے بعد اٹھتے وقت رفع یدین  
کا باب۔ پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں۔ جو مرفوع بھی ہے اور  
موقوف بھی۔ (۳۱۹) إِنْ ابْنَ عُمَرَ كَانَ... وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ  
ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، طبع اصح المطابع،  
ابوداؤد) حضرت ابن عمرؓ.... جب دو (۲) رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے  
تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اسکو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان  
کیا ہے۔

نیز یہ رفع یدین (۳۲۰) حضرت ابو حمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور (۳۲۱) حضرت علیؓ کی  
مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ)

(نماز مدلل ص ۱۳۷، ۱۳۸)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو مرفوع  
تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۶۷) وغیرہ۔  
اور سیدنا ابو حمیدؓ کی حدیث کو صحیح تسلیم کرنے کے بجائے ضعیف کہا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۹۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امین اوکاڑوی نے اعلان کیا:

”پس اصول حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔“ (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۶۴)

(۲۱) اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

”مسئلہ ۱۰: سوائے خنزیر کے تمام وہ جانور جن میں دم سائل ہو خواہ ان کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام باقاعدہ ذبح کرنے سے سب پاک ہو جاتے ہیں سوائے خون کے یعنی دم مسفوح کے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خارجی استعمال ان کا ہر طرح درست ہو جاتا ہے جیسے سر پر باندھنا وغیرہ ہاں کھانا درست نہیں سوائے حلال جانوروں کے اس مسئلہ سے اطباء بہت کام لے سکتے ہیں۔“ (بہشتی زیور ص ۸۵۵، حصہ نم ۷ ص ۱۱، طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ، حیوان کا بیان)

اس کے مقابلے میں مشتاق علی شاہ دیوبندی نے اپنی کتب فقہ سے نقل کر کے لکھا ہے:

”صحیح یہی ہے کہ گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا...“

درمختار ص ۲۴ میں ہے: لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول هذا

اصح ما یفتی بہ غیر ماکول مذبوح کا گوشت اکثر کے نزدیک پاک نہیں ہوتا یہ اصح ہے

جس کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔“ (ترجمان احناف ص ۳۵۵، ۳۵۶، نزل الابرار پر ایک نظر ص ۱۹، ۲۰)

(۲۲) مستدرک الحاکم کے مصنف امام ابو عبد اللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری) کے بارے میں

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے“ (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۱۶)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

”دوسرا راوی ابو عبد اللہ الحافظ رافضی خمیث ہے“ (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۱۷)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

”بعض حضرات نے اُن پر تشیع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں“ (درس ترمذی ج ۱ ص ۶۴)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”یہ وہی امام ہیں، جن کو الحاکم کہتے ہیں۔ اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرہ ۳/۲۲۷)۔

(احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۴، حاشیہ، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۳۵، حاشیہ)

۲۳) انوار خورشید (قلمی نام) دیوبندی نے ”طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں“ باب باندھ کر سب سے پہلے آیت: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ پیش کی ہے۔ دیکھئے حدیث اور المحدثین (ص ۲۲۹)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی نے کہا: ”واضح رہے کہ جمہور کے مسلک پر آیت قرآنی ”لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ سے استدلال ضعیف ہے، کیونکہ وہاں ”مطہرون“ سے مراد فرشتے ہیں، البتہ اس آیت کو تائید کے طور پر ضرور پیش کیا جاسکتا ہے“ (درس ترمذی ج ۱ ص ۳۹۰)

۲۴) صحیح بخاری کی ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”يُصَلِّي أَرْبَعًا“ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ الخ

اس کے بارے میں جمیل احمد ندیری نے کہا: ”اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے...“ الخ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۹۶)

جبکہ نور شاہ کاشمیری نے کہا:

”ولا دليل فيه للحنفية في مسألة افضلية الأربع فإن الإنصاف خير الأوصاف وذلك لأن الأربع هذه لم تكن بسلام واحد...“ اور حنفیہ کے لئے چار کی افضلیت کے بارے میں اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ انصاف بہترین صفت ہے، یہ اس طرح کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے نہیں ہوتی تھیں۔ الخ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۱)

۲۵) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام الدرداء رحمہما اللہ (ثقة فقیہة، توفیت ۸۱ھ) کے ایک دینی عمل والی روایت کا ذکر کر کے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔“ (مجموعہ رسائل طبع جون ۱۹۹۳ء ج ۲ ص ۹۹: سبیل الرسول پر ایک نظر)

اس اوکاڑوی اصول کے مقابلے میں ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے کہ

”قول التابعی الکبیر حجة عندنا“ اور ہمارے نزدیک بڑے تابعی کا قول حجت ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۹۱ تحت ج ۳ ص ۶۷)

۲۶) اشرفعی تھانوی سے غیر مقلد کا لفظ استعمال کر کے اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو تھانوی نے جواب دیا: ”نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہوگئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔“ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳ جواب سوال نمبر ۲۹۸)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔“ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۷)

۲۷) بقول ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی کسی ”غ“ نے کہا:

”اہل سنت اور اہل حدیث ایک شے ہے ان کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔“

اس کا جواب دیتے ہوئے جھنگوی مذکور نے لکھا ہے: ”پیارے ان کو ایک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان دو کے درمیان بعد المشرقین ہے۔“ (تحفہ الہمدیث حصہ اول ص ۵۰)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

”ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔ فقط“ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

۲۸) امام بخاری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ”نیز امام بخاری امام شافعی کے مقلد ہیں جیسا کہ طبقات الشافعیہ اور الحطہ سے ثابت ہے...“ (جزء القراءۃ تحریفات الاوکاڑوی ص ۱۷، تجلیات صفدر مطبوعہ جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد، جنوری ۲۰۰۰ء ج ۳ ص ۳۸)

اس کے مقابلے میں ایک دیوبندی نے کہا:

”حقیقت یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے تراجم و ابواب میں جو بالغ نظری پائی جاتی ہے اس کے پیش نظر ان کو کسی فقہی مسلک کا پابند نہیں کیا جاسکتا، وہ کسی مسلک کے متبع نہ تھے بلکہ خود ایک مجتہد کی شان رکھتے تھے۔“ (مقدمہ فضل الباری ج ۱ ص ۶۴)

نیز دیکھئے العرف الشذی (ج ۲ ص ۲) ومقدمہ فیض الباری (۵۸/۱)

۲۹) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز جنازہ میں یہ سنت ہے کہ تکبیر کہی جائے پھر سورہ فاتحہ پڑھی جائے... الخ

اس کے بارے میں ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی نے لکھا ہے:

”اور اس سے بھی استدلال تب درست ہوگا کہ لفظ ”السنة“ سے سنت نبوی مراد لی جائے۔ اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے سنت نبوی مراد ہے۔ جیسا کہ یہ بات تفصیل سے گزر چکی تو یہ صرف صحابی کا قول رہ گیا... الخ (کیا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ ص ۱۵)

دوسری طرف محمد تقی عثمانی نے کہا:

”اور اصول حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے“ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

۳۰) رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا:

”بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا درست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۸، تالیفات رشیدیہ ص ۴۱۰)

اس کے مقابلے میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہوا ہے کہ

”بذریعہ منی آرڈر بھیج دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مہتمم صاحب کو لکھ دیوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۱۰۱، جواب سوال نمبر ۱۴۰)

۳۱) محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے:

”اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہوئی“ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۸۴ ج ۱)

دوسری طرف اشرف علی تھانوی نے کہا:

”۱۲ ربیع الاول کو وفات کی تاریخ مقرر کرنی کسی طرح درست نہیں کیونکہ حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ ذوالحجہ جمعہ کو ہوا اور دوشنبہ کو انتقال ہوا جو ۱۲ تاریخ کسی طرح نہیں بنتی“



(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۲۰۳)

۳۲) ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سری نمازوں میں نبی ﷺ بعض آیتیں جہراً پڑھ لیتے تھے۔ اشرف علی تھانوی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: ”اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق و شوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے“ (تقریر ترمذی از تھانوی ص ۷۱)

لیکن دوسری طرف فقیر اللہ دیوبندی نے کہا: ”اگرچہ ذاتی طور پر مجھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نسبت مؤلف احسن الکلام محدث العصر علامہ محمد سرفراز صفدر مدظلہ العالی کا لطیف استدلال جو انہوں نے اپنے حسن ذوق کی بنا پر کیا ہے زیادہ پسند ہے کہ نماز کی حالت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت طبع مزید لطیف ہو جاتی تھی اور آپ امورِ حیۃ سے بڑھ کر امورِ معنویہ تک کو محسوس کرنے لگتے تھے“ (خاتمۃ الکلام ص ۳۰۲)

سرفراز صفدر کے بقول تو نبی ﷺ کو مقتدی کا بھی علم ہوتا تھا کہ وہ نماز میں کیا کر رہا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۳۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶)

تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کو اپنے بارے میں خبر نہیں ہوتی تھی۔ (معاذ اللہ)

جبکہ سرفراز وغیرہ کے نزدیک آپ کو نماز کی حالت میں بھی مقتدیوں کا علم ہوتا تھا۔

تنبیہ: ہمارے نزدیک تھانوی کی درج بالا عبارت صریح گستاخی ہے۔

۳۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ﷺ رکوع

سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لك الحمد کہتے، یعنی تسمیع اور تحمید

دونوں ذکر کہتے، دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب امام سمع اللہ لمن

حمدہ کہے تم ربنا لك الحمد کہو، یہاں آپ نے تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے خلاف

ہے۔ ہم نے دونوں میں تطبیق دی کہ دونوں ذکر کو جمع کرنا اکیلے نمازی کے لئے ہے اور

تقسیم امام اور مقتدی کے لئے ہے (اصول کرخی صفحہ ۸۴، ۸۵)“ (تجلیات صفحہ ۶ ص ۳۶۱)

مفتی جمیل احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے: ”رکوع مکمل کرنے کے بعد سَمِعَ اللہ لِمَنْ

حَمْدُهُ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر امام ہو تو صرف اتنا ہی کہے اور مقتدی کہیں رَبَّنَا  
لَكَ الْحَمْدُ، اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے۔“ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۲۲)  
لیکن ان دونوں دیوبندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دیوبندیوں کے ”شیخ الحدیث“  
فیض احمد ملتانی نے لکھا ہے: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ  
الْحَمْدُ۔ امام اور منفرد تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر سمیع و تحمید  
دونوں کہیں۔ لیکن مقتدی صرف تحمید کہے۔“ (نماز مدلل ص ۱۴۱)

ماسٹر امین اور مفتی جمیل دونوں کے نزدیک امام ربنا لک الحمد نہیں کہے گا لیکن فیض احمد  
ملتانی دیوبندی کے نزدیک امام ربنا لک الحمد بھی کہے گا۔

یہ تینتیس (۳۳) اختلافات مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ دیوبندیوں کے اندرونی  
اختلافات کی فہرست بہت طویل ہے مثلاً:

۱: حیاتیوں اور مماتوں کا شدید اختلاف جس میں بعض ایک دوسرے پر فتوے بھی لگاتے  
ہیں۔ مثلاً دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۷ ص ۱۶۳) خطبات صفدر (۲۸۰، ۲۷۶، ۲۷۳، ۲۸۰)

۲: سماع موتی اور عدم سماع موتی کا اختلاف

۳: لاؤڈ سپیکر پر اذان اور نماز جائز ہے یا ناجائز کا اختلاف

۴: عورتوں کا تبلیغی جماعت کے ساتھ ٹکنا یا نہ ٹکنا

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں بلکہ بہت سے دیوبندی ”علماء“ کی اپنی تحریروں کے  
درمیان اختلاف اور تعارض موجود ہے مثلاً:

۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں  
دوسو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔“

(مجموعہ رسائل مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۱ء ج ۱ ص ۲۶۵ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹)

اور دوسرے مقام پر خود ادا کا ٹوی مذکور نے لکھا: ”میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو۔“ (مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۵۶، تحقیق مسئلہ آئین ص ۴۴)

۲: جمیل احمد ندیری نے رفع یدین کے مسئلہ کی بحث میں لکھا:

”اولاً غنیۃ الطالین شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب نہیں، ان کی طرف غلط منسوب ہے۔“

(رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۲۰)

اور اسی کتاب میں تراویح کی بحث میں ندیری نے لکھا ہے:

”شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، شاہ ولی اللہ سے بھی بیس رکعتیں ہی منقول ہیں۔

(دیکھئے غنیۃ الطالین ج ۲ ص ۱۰، ۱۱، احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۰۸، حجتہ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶۷)

ان سب حضرات نے بیس رکعات کو ہی سنت قرار دیا ہے“ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۳۲۰)

۳: علی محمد حقانی دیوبندی نے سندھی زبان میں جرابوں پر مسح کے مسئلہ میں یزید بن ابی زیاد

(راوی) پر جرح کرتے ہوئے جو لکھا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

زیلعی نے فرمایا: اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے تقریب

التہذیب میں اسے ضعیف لکھا ہے الخ (نبوی نماز سندھی پہلا حصہ ص ۱۶۹)

آگے اسی کتاب میں ترک رفع یدین کے بارے میں علی محمد حقانی نے یزید بن ابی زیاد

کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے جو لکھا اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے مگر وہ ثقہ ہیں، امام مسلم نے فرمایا:

وہ سچے ہیں الخ (نبوی نماز ص ۳۵۵)

۴: محمد الیاس دیوبندی نے جرابوں پر مسح کی ایک روایت پر درج ذیل جرح کی:

”اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے۔ اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع

حکم سے ثابت نہیں ہے۔“ (نماز پیغمبر ص ۸۵)

دوسری طرف اسی کتاب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں پیدا

ہونے والے اعمش کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا

ہے: ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔“ (نماز بیس ۲۵۵)

جن لوگوں کے اپنے درمیان اور خود اپنی تحریرات میں زبردست اختلافات ہیں، وہ اہل حدیث کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہل حدیث کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔ ایک دیوبندی اسماعیل جھنگوی نے اہل حدیث علماء کے (بزع خود) متضاد اقوال نقل کر کے لکھا ہے: ”ان دونوں میں سے کس کو اہل حدیث سمجھ کر اُس کے ساتھ ملوں اور کس کو بے ایمان کہہ کر اُس کو چھوڑ دوں“ (تختہ اہل حدیث حصہ سوم ص ۲۸)

دیکھتے ہیں کہ اسماعیل جھنگوی اپنے ”علماء“ میں سے کس کو دیوبندی سمجھتا ہے اور کس کس کو بے ایمان؟

اشرف علی تھانوی نے کہا:

”مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہ ہے“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱)

رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ”مگر دنیا میں صرف غیر مقلدین ہی کا فرقہ ایسا ہے جس کے افراد میں اختلاف رائے نہیں پایا جاتا، ان کے کسی بڑے نے ایک بات کہدی اور دوسرے تمام غیر مقلدین نے اسے بلاچوں و چرا تسلیم کر لیا۔“ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸)

فائدہ: ایک حنفی ”فقہ“ ابواللیث سمرقندی نے ”مختلف الروایۃ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو ڈاکٹر عبدالرحمن بن مبارک کی تحقیق سے چار بڑی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں سمرقندی نے امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف و محمد بن حسن الشیبانی کے درمیان اور دوسرے اماموں کے درمیان بہت سے اختلافات کا ذکر کیا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ نے فرمایا: امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور ربنا لک الحمد نہ کہے۔ جب کہ قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے کہا: امام دونوں کہے گا۔ (دیکھئے مختلف الروایۃ ج ۱ ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۲)

حافظ زبیر علی زئی

## رزقِ حلال

رب العالمین نے اپنے پیارے رسولوں سے ہم کلام ہو کر فرمایا:

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ (المؤمنون: ۵۱)

اس آیت کریمہ کی تشریح میں حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے (خاص) بندوں: رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیتا ہے کہ حلال کھائیں اور نیک اعمال کرتے رہیں لہذا معلوم ہوا کہ رزقِ حلالِ عملِ صالح پر مددگار ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے اس ارشاد پر اکمل ترین طریقے سے عمل کیا اور قول، عمل، دلالت اور خیر خواہی کی ہر بھلائی کو اکٹھا کر لیا۔ اللہ انھیں سب بندوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۱۰ ص ۱۲۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور صرف پاک کو ہی قبول فرماتا ہے، بے شک اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اُس نے رسولوں کو حکم دیا۔ اللہ نے فرمایا: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو، میں اُسے خوب جانتا ہوں۔ (المؤمنون: ۵۱)

اور اللہ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ اے ایمان لانے والو! میں نے تمہیں جو رزق دیا ہے، اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔ (البقرہ: ۱۷۲)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، بکھرے میلے بالوں والا، اس پر گرد و غبار ہے۔ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اور اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام ہے اور حرام پر وہ پلا ہوا ہے (اس کی غذا حرام ہے) تو اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی؟ (صحیح مسلم: ۱۰۱۵، ترمذی دار السلام: ۲۳۴۶)

معلوم ہوا کہ اللہ کے دربار میں حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

جو لوگ ڈاکے ڈالتے ہیں، چوریاں اور فراڈ کرتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، امانت میں خیانت کرتے ہیں، پرایا مال مثلاً قرض واپس نہیں کرتے اور دوسروں کا مال و دولت ہڑپ کرنے کے لئے ہر طریقہ استعمال کرتے ہیں، وہ کس حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے؟ کیا کوئی ایسی طاقت ہے جو انھیں اللہ کی عدالت اور آخرت کی رسوائی سے بچالے گی؟! اہل سنت کے مشہور ثقہ امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے آیت مذکورہ بالا کی تشریح میں فرمایا: یعنی حلال کھاؤ جسے اللہ نے تمہارے لئے پاک قرار دیا اور حرام نہ کھاؤ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۲۲)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک سے پرانی اور حدیث کی قدیم ترین مطبوعہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ((وكان لا يأكل إلا من عمل يديه.)) اور ((داود عليه السلام)) صرف اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے ہی کھاتے تھے۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ: ۴۷، نیز دیکھئے صحیح بخاری: ۲۰۷۳) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اور چھوٹے (نابلغ غلام) کو کمائی لانے پر مجبور نہ کرو، کیونکہ جب اسے کچھ نہیں ملے گا تو وہ چوری کرے گا اور تم بھی معاف کرو جس طرح اللہ نے تمہیں معاف کر رکھا ہے اور ایسا طعام کھاؤ جو حلال ہو۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۹۸۱ ح ۱۹۰۴، وسندہ صحیح)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((يأتي علي الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه ، أمن الحلال أم من الحرام ؟))

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو پروا نہیں ہوگی، اُس کے پاس جو کچھ آ رہا ہے، وہ حلال میں سے ہے یا حرام میں سے؟ (صحیح بخاری: ۲۰۵۹)

یعنی سب کچھ ہڑپ کرتا جائے گا اور اس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔

بہت سے ایسے بدنصیب لوگ ہیں جو مناسب اور گزارے کا مال و دولت ہونے کے باوجود دوسرے لوگوں کے ہاتھوں پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور جھوٹ بچ ملا کر مبالغہ کرتے ہوئے اپنی ”مجبوریاں“ بیان کر کے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ وصول کرتے جاتے ہیں

حالانکہ یہ لوگ سرے سے اس کے مستحق ہی نہیں ہوتے۔  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی آدمی (جنگل سے) لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی  
پیٹھ پر لے آئے، یہ اُس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی سے سوال کرے پھر وہ اُسے  
کچھ دے دے یا نہ دے۔ (صحیح بخاری: ۲۰۷۴، صحیح مسلم: ۱۰۴۲)  
ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہترین کھانا کبھی نہیں کھایا۔  
دیکھئے صحیح بخاری (۲۰۷۲)

سیدنا فضالہ بن عبدی اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
خوش خبری ہے اُس شخص کے لئے جسے اسلام کی ہدایت نصیب کی گئی، ضرورت کے مطابق  
رزق دیا گیا اور اس نے اس پر قناعت کی یعنی صبر کیا۔

(سنن ترمذی: ۲۳۴۹ و سندہ حسن، صحیح الترمذی وابن حبان: ۲۵۴۱ والحاکم علی شرط مسلم ۳۴۱ ووافقہ الذہبی)  
حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: قناعت دل میں ہوتی ہے لہذا جس کا دل غنی ہے تو اس  
کے ہاتھ غنی بن جاتے ہیں، اور جس کا دل محتاج ہے تو اُس کی (طاہری) بے نیازی اُسے  
فائدہ نہیں دیتی۔ جو شخص قناعت کو اختیار کرتا ہے تو وہ کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور امن و  
اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ الخ (روضۃ العقلاء ص ۱۵۱)  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اُس کے لئے کافی ہے۔

(سورۃ الطلاق: ۳)

یاد رہے کہ جس چیز کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ تو اُس سے  
بھی بچنا چاہئے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۲) اور صحیح مسلم (۱۵۹۹)  
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر انسان کو ایمان کی نعمت نصیب فرمائے اور  
ہمارے ایمان میں اضافہ ہی اضافہ فرمائے، رزقِ حلال عطا فرمائے اور حرام سے بچائے۔  
ہر اُس چیز سے ہمیں دور رکھے جو کتاب و سنت کے خلاف ہو یا شک و شبہ والی ہو۔ اے اللہ!  
ہمیں قناعت اور توکل نصیب فرما اور ہماری ساری خطائیں معاف فرما دے۔ آمین



حافظ زبیر علی زئی

## نماز کے مسائل

۱) نماز میں تعدیل ارکان یعنی انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز کے تمام ارکان مثلاً رکوع، رکوع سے قیام، سجدہ اور سجدے سے اُٹھ کر بیٹھنا: فرض ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۷۹۳) صحیح مسلم (۳۹۷) اور ہدیۃ المسلمین (ح ۳۹) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع و سجود ٹھیک طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو انھوں نے فرمایا: تُو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو (اس حالت میں) مر جاتا تو اُس فطرت (دین اسلام) پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۹ ح ۷۹۱)

۲) نماز باجماعت ہو رہی ہو تو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۳، وسندہ صحیح، سنن ابی داؤد: ۶۸۲ وسندہ صحیح، ہدیۃ المسلمین: ۳۸) اگر کوئی شخص امام و مقتدی جب دو ہوں، پر قیاس کر کے اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر ملا لے تو جائز ہے تاہم صف کے بالکل آخری کونے سے آخری آدمی کو کھینچتا کہ قطع صف سے بچ جائے۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۳۸)

امام عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ (مشہور ثقہ تابعی) نے فرمایا: اگر صف میں داخل نہ ہو سکے تو ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر (کھینچ کر) اپنے ساتھ کھڑا کر دے اور اکیلے نماز نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۲ ح ۶۱۳۵ وسندہ صحیح)

۳) فرض نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۲۲)

دعا میں چہرے پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے۔ امام ابو نعیم وہب بن کیسان (تابعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: میں نے ابن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، وہ دونوں اپنی ہتھیلیاں اپنے چہروں

پر پھیرتے تھے۔ (الادب المفرد: ۶۰۹، سندہ حسن لذاتہ)  
اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ کا ضعیف قرار دینا جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف  
ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔

(۴) جمعہ کے دن غسل کرنا افضل اور مستحب ہے۔  
دیکھئے مختصر الاحکام للطوسی (۱۰/۳ ح ۳۳۲/۳۶۷، سندہ حسن) اور موطأ امام مالک  
(روایۃ ابن القاسم تحقیق: ۲۰۴، الاتحاف الباسم ص ۲۹۶)  
سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا سنت میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۹۶ ح ۵۰۲۰، سندہ صحیح، البرکات فی کشف الاستار: ۶۲۷)  
(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَذْرَكَهَا  
وَلْيُصِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى)) جس نے جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز کی) ایک رکعت پالی تو اس نے  
نماز پالی اور وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے۔ (سنن الدارقطنی ۲/۱۳۲ ح ۱۵۹۲، سندہ حسن)  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ کے دن ایک رکعت بھی نہ پائے تو وہ چار  
رکعتیں پڑھے گا۔

اخبار اصحابان لابی نعیم الاصبہانی (۲۰۰۲) کی جس روایت میں آیا ہے کہ جمعہ نہ  
پانے والا (بھی) دو رکعتیں پڑھے گا۔ یہ روایت محمد بن نوح بن محمد الشیبانی السمسار کے  
مجهول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مشہور ثقہ تابعی امام عامر الشعمی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وَمَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ أَذْرَكَ  
الْجُمُعَةَ فَلْيَصِلْ رَكْعَةً أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْرَكَ الرُّكُوعَ فَلْيَصِلْ أَرْبَعًا“  
جس نے ایک رکعت پالی تو اُس نے جمعہ پالیا لہذا اُسے اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لینی  
چاہئے اور جس نے رکعت نہیں پائی تو اُسے چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۹ ح ۵۳۳۶، سندہ صحیح)

حماد بن ابی سلیمان اور حکم بن عتیبہ (دو علماء) نے کہا کہ (امام کے سلام سے پہلے پہنچنے والا

جمعہ کی (دور کعتیں پڑھے گا۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳۱/۲ ح ۵۳۵۵ وسندہ صحیح)  
ان کے مقابلے میں امام شعی کا قول ہی رائج اور صحیح ہے۔

۶) صحابی صغیر سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:  
ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ حق واجب ہے سوائے چار کے: زرخریذ غلام، عورت،  
نابالغ بچہ یا مریض۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷، وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰۴/۲ ح ۵۰۹۶ وسندہ حسن)  
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا جمعة علی المسافر“  
مسافر پر جمعہ (فرض) نہیں ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۱۹/۴، وسندہ حسن)

۷) جمعہ کے خطبے کے دوران میں جو شخص مسجد آئے تو دور کعتیں پڑھ کر بیٹھے۔  
دیکھئے صحیح بخاری (۹۳۰) اور صحیح مسلم (۸۷۵)

۸) نماز تسبیح کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! اے چچا جان! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ  
کروں؟ کیا آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ  
کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے) دس اچھی خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں  
تو اللہ ذوالجلال آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، انجامنے میں اور جان بوجھ کر کئے  
گئے تمام چھوٹے بڑے، چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ معاف فرمادے؟ (اور وہ عمل یہ ہے) کہ  
آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورۃ  
پڑھیں، جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات پندرہ  
بار پڑھیں: ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ))

پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع میں ہی انہی  
کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر آپ رکوع سے اٹھ جائیں اور (سمع اللہ لمن حمدہ  
وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور سجدہ کی تسبیحات

اور دعائیں پڑھنے کے بعد) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور اس جلسہ میں جو دعائیں ہوں پڑھ کر) دس بار انہی کلمات کو دہرائیں اور پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر یہی تسبیح پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسہ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں، ایک رکعت میں کل پچھتر (۷۵) تسبیحات ہوں اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں، اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار (یہ نماز ادا) نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں“ (سنن ابی داؤد ۱۹۱/۱، ح ۱۲۹۷)

اس حدیث کی سند حسن ہے، اسے ابوبکر الآجری، ابوالحسن المقدسی اور ابوداؤد وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے الترغیب والترہیب ۴/۸۱) (۴۶۸)

امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ بھی نماز تسبیح کے قائل تھے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۳۸۱/۱ و سندہ صحیح، المستدرک ۳۲۰/۱ ح ۱۱۹۷)

تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ”نبیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد“ دیکھیں۔

یہ نماز جماعت کے ساتھ ثابت نہیں ہے لہذا صلوٰۃ التسبیح انفرادی ہی پڑھنی چاہئے۔

۹) مسافت قصر ۹ عربی میل (۱۱ پاکستانی میل) یعنی تقریباً ۲۲ کلومیٹر ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین: ۳۱)

۱۰) اگر بیس دن سے کم قیام ہو تو قصر کریں اور اگر بیس دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھیں۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۳۲) یاد رہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔

۱۱) اگر شرعی عذر ہو مثلاً سفر، بارش اور بیماری وغیرہ تو دو نمازیں جمع کر کے (مثلاً ظہر اور عصر ۴+۲) یا سفر میں ۲+۲ اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے) پڑھنا جائز ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ۵۲، اور ہدیۃ المسلمین (۳۳)

حافظ زبیر علی زئی

## مساجد میں عورتوں کی نماز

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول الله الأمين ، أما بعد :  
مساجد میں مردوں کے پیچھے عورتوں کی نماز باجماعت کا جواز احادیث صحیحہ اور آثارِ سلف  
صالحین سے ثابت ہے، جس میں سے بعض دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(( إذا استأذنكم نساؤكم بالليل إلى المسجد فأذنوا لهن . ))

اگر تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔

(صحیح بخاری: ۸۶۵، صحیح مسلم: ۴۳۲، ترمذی: ۹۸۸)

حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ عورت کے لئے رات کو مسجد جانا  
جائز ہے اور اس (کے عموم) میں ہر نماز داخل ہے الخ (المہدید ج ۲ ص ۲۸۱)

(۲) ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب  
عورتیں فرض نماز کا سلام پھیرتیں تو اٹھ کھڑی ہوتی تھیں، رسول اللہ ﷺ اور مرد (صحابہ)  
بیٹھے رہتے تھے پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۸۶۶)

(۳) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے تو  
عورتیں اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی  
تھیں۔ (صحیح بخاری: ۸۶۷، صحیح مسلم: ۶۴۵، موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۵۱، روایت ابن القاسم: ۴۹۴)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عورتوں کا مساجد میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورتوں کو مسجدوں  
سے نہ روکو، اور انہیں بغیر خوشبو کے سادہ کپڑوں میں نکلنا چاہئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا: اگر آپ آج کل کی عورتوں کا حال دیکھتے تو انہیں منع کر دیتے۔

(مسند احمد ۶/۶۹، ۷۰، وسندہ حسن)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ وہ کام دیکھتے جو عورتوں نے نکال لئے ہیں تو انہیں منع کر دیتے، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع والا حکم (جو کہ سابقہ شریعتوں میں تھا) منسوخ ہے۔ اب بنی اسرائیل کی منسوخ شریعت پر عمل نہیں بلکہ قیامت تک نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شریعت پر ہی عمل ہوگا۔

۴) سیدنا ابوقحادہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنا چاہتا ہوں پھر بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں تاکہ اُس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۸۶۸)

۵) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُس کے رونے کی وجہ سے اُس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔ (صحیح بخاری: ۷۰۹، صحیح مسلم: ۴۷۰)

۶) سیدہ زینب الشقفیہ رضی اللہ عنہا (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم عورتوں میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو تو خوشبو نہ لگائے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۳)

۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (( لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، و لیخرجن تغلات. ))

عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو اور انہیں بغیر خوشبو کے سادہ کپڑوں میں جانا چاہئے۔ (مسند

احمد ۲/۳۳۸ ح ۹۶۴۵ وسندہ حسن واللفظ لہ، سنن ابی داود: ۵۶۵ و صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۹، وابن حبان: ۲۲۱۴)

۸) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے عورتو! جب مرد سجدہ کریں تو تم اپنی نظروں کی حفاظت کرو۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۴، وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان: ۴۰۲، وصحیح الحاکم علی شرط الشيخین ۱۹۱/۱، ۱۹۲، ووافقه الذہبی)

یعنی مردوں کے تنگ تہبندوں کی وجہ سے کہیں تمھاری نظریں اُن کی شرمگاہ پر نہ پڑ جائیں۔

۹) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کو

حکم دیا جاتا تھا کہ مردوں سے پہلے (سجدے، رکوع سے) سر نہ اٹھائیں۔ الخ

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۵، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۶، وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے صحیح بخاری (۳۶۲، ۸۱۴، ۱۲۱۵) اور صحیح مسلم (۴۴۱)

۱۰) سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی

بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے منع نہ کرو، اور انھیں بغیر خوشبو کے سادہ لباس میں

نکلنا چاہئے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸، وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۲۲۱۱، وحسنہ البیہقی فی مجمع الزوائد ۳۳۲)

ان احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مسجد میں نماز

پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں ہی

نماز پڑھیں کیونکہ اُن پر نماز باجماعت فرض نہیں ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں پڑھنے کے لئے جاتی تھیں اور سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ انھیں منع نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۹۰۰)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تو اس مسئلے میں اتنی سختی کرتے تھے کہ جب اُن کے ایک بیٹے نے کہا:

”ہم تو عورتوں کو (مسجد سے) منع کریں گے۔“ تو انھوں نے اپنے بیٹے کو شدید الفاظ کے

ساتھ ڈانٹا اور اُس کی پٹائی کر دی۔ دیکھئے صحیح مسلم (۴۴۲)

ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر اُس کا شوہر جیل سے باہر آ گیا تو وہ بصرے کی ہر مسجد میں

دور کعتیں پڑھے گی۔ اس کے بارے میں حسن بصری (رحمہ اللہ) نے فرمایا: اسے اپنی قوم کی

مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے۔ الخ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۴۸۴، ج ۶، ۷۱۷، وسندہ صحیح)

یعنی اُسے تمام مسجدوں میں نہیں بلکہ صرف اپنی (محلی) مسجد میں نماز پڑھ کر یہ نذر پوری کر لینی چاہئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور سب سے بُری صف پہلی صف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۸۵ ح ۶۲۳ و سندہ حسن)

عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کہا جاتا تھا کہ عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور سب سے بُری صف پہلی صف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۸۵ ح ۶۲۴ و سندہ صحیح)

امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں پر جمعہ (ضروری) نہیں ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر وہ حاضر ہو کر امام کے ساتھ نماز پڑھ لیں تو یہ اُن کی طرف سے کافی (یعنی جائز) ہے۔

دیکھئے الاوسط (ج ۴ ص ۱۶، ۴۹۲، ۴۹۳)

یعنی حنفی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ”یباح لهن الخروج“  
عورتوں کے لئے (مسجد کی طرف نماز کے لئے) خروج مباح (جائز) ہے۔

دیکھئے عمدۃ القاری (ج ۶ ص ۱۵۶ تحت ح ۸۶۴)

احادیث صحیحہ اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ آدابِ شریعہ اور پردے وغیرہ کا بہت التزام کریں۔ جمعہ کے دن گھروں میں بیٹھے رہنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ مسجد جا کر امام کے پیچھے نماز جمعہ پڑھیں اور خطبہ سنیں تاکہ دین کی باتیں سیکھ لیں۔

حیرت ہے اُن لوگوں پر جو عورتوں کی تبلیغی جماعتیں نکالتے ہیں اور پھر عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تاکہ وہ لاعلم کی لاعلم رہیں اور دینی تعلیم سے دُور رہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی سے بھی دُور رکھیں گے تو پھر بے چاری عورتیں طواف اور فضائلِ الحرمین سے محروم رہیں گی بلکہ ارکانِ حج بھی ادا کرنے سے قاصر رہیں گی اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ وما علینا الا البلاغ (۸/ جون ۲۰۰۹ء)



اعظم المبارکی

تذکرۃ الاعیان

### امام فضیل بن عیاض المکی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر الیربوعی المکی رحمہ اللہ  
اسما تذہ: امام یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان النخعی، سلیمان الاعمش، سفیان ثوری، جعفر بن محمد  
الصادق، حمید الطویل، صفوان بن سلیم المدنی اور محمد بن عجلان وغیرہم رحمہم اللہ  
تلامذہ: امام عبد اللہ بن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، عبد الرحمن بن مہدی،  
عبد الرزاق بن ہمام، محمد بن ادریس الشافعی اور عبد اللہ بن وہب وغیرہم رحمہم اللہ  
علمی مقام: امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے پر (قابل اعتماد علماء کا) اجماع ہے،  
اُن کی بیان کردہ احادیث سنن ابن ماجہ کے علاوہ کتب ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود،  
سنن ترمذی اور سنن نسائی) صحیح ابن خزمیہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں موجود ہیں۔ انھیں امام سفیان  
بن عیینہ، ابن سعد، بخاری، دارقطنی، ذہبی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے کتاب الجرح والتعديل ۳/۷۷۷ وسندہ صحیح، طبقات ابن سعد ۵/۵۰۰، تاریخ الخلفاء ۱۳۵۷، العلیل للدارقطنی ۱/۱۶۶،  
الکاشف ۳۳۱/۲، تقریب التہذیب: ۵۲۳۱)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ سمرقند میں پیدا ہوئے، ابیورد میں نشوونما اور کوفہ میں  
پرورش پائی، کوفہ میں حدیث لکھنا شروع کی اور پھر مکہ تشریف لے گئے اور شدید محنت، مسلسل  
پرہیزگاری، بکثرت خوف اور گریہ زاری کے ساتھ بیت اللہ میں عام لوگوں سے دور، تنہائی میں  
زندگی گزاری اور دنیا کے اسباب کی طرف مائل نہ ہوئے۔ (الثقات ۳۱۵/۷)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں الشیخ الصالح (نیک زاہد شیخ) فضیل بن عیاض نے  
حدیث سنائی۔ الخ (تاریخ دمشق ۲۶۵/۵۱ وسندہ حسن)

دوقصے: امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے بارے میں دو قصے مشہور ہیں:

۱: امام عبد اللہ بن المبارک نے انھیں میدانِ جہاد سے ”یا عابد الحرمین“ کہہ کر خط لکھا تھا۔

(یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے مشہور واقعات کی حقیقت ص ۱۲۵-۱۲۹)

۲: پہلے وہ ڈاکو تھے پھر بعد میں توبہ کر لی تھی۔ یہ قصہ تاریخ دمشق وغیرہ میں ضعیف سندوں سے  
مروی ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے۔ یاد رہے کہ امام فضیل زاہد صالح تھے لیکن صوفیوں  
والے تصوف سے اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے۔

تصنيف: حافظ ابن کثیر ترجمہ و حواشی: حافظ زبیر علی زئی

### اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۱۲)

#### (۲۸) اٹھائیسویں قسم: طالبِ حدیث کے آداب

جس قدر ہو سکے نیت خالص اللہ تعالیٰ (کی رضا مندی) کے لئے ہونی چاہئے بلکہ ایسا کرنا واجب ہے۔ دنیا کو مقصد نہیں قرار دینا چاہئے۔ ہم نے (اپنی کتاب) ”المقدمات“ میں اس سلسلے میں سخت وعیدیں اور ڈرانے والی دلیلیں ذکر کی ہیں۔ اپنے علاقے میں عالی اسانید کے سننے میں جلدی کرنی چاہئے۔ جب یہ اکٹھی کر لی جائیں تو قریبی علاقوں یا (علمی طور پر) اعلیٰ شہروں کی طرف سفر کرنا چاہئے، اسے رحلہ کہتے ہیں۔ ہم نے ”المقدمات“ میں اس کی مشروعیت (مسنونیت) ذکر کی ہے۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے کہا: اللہ اس امت سے اصحابِ حدیث کے رحلہ (علمی سفر) کی وجہ سے مصیبتیں ٹال دیتا ہے۔<sup>(۱)</sup> انھوں نے کہا: احادیث میں جن فضائل کا ذکر آیا ہے، حتیٰ الوسع انھیں استعمال کرنا چاہئے۔ بشر بن الحارث الحافی فرماتے تھے: یا اصحابِ الحدیث! حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو، ہر دو سو حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں (ان پر عمل کرو)۔<sup>(۲)</sup>

(۱) اسے خطیب نے الرحلہ (۱۵) اور شرف اصحاب الحدیث (ص ۵۹) میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند موضوع ہے۔ اس کا راوی محمد بن الحسن بن زیاد النقاش کذاب ہے لہذا اس قول کو کبھی ابراہیم بن ادہم کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ اصول حدیث کے ان ماہر علمائے کرام پر تعجب ہے جو اس قسم کی موضوع و مردود روایتیں بغیر جھجک کے اصول حدیث اور کتب اسماء الرجال میں لے آئے ہیں۔

(۲) الجامع للخطیب (۱۸۱، وسندہ حسن) ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی (ص ۱۱۰)

عمر بن قیس المملائی نے کہا: اگر تمہیں نیکی کی کوئی چیز معلوم ہو تو اسی پر عمل کرو اگرچہ ایک دفعہ ہو، تو نیکی کرنے والوں میں سے ہو جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

وکیع نے کہا: اگر تم حدیث یاد کرنا چاہتے ہو تو اس پر عمل کرو۔<sup>(۲)</sup>  
انھوں (علماء نے) کہا: سماع حدیث میں بہت زیادہ وقت لگا کر شیخ کو تنگ نہیں کرنا چاہئے۔  
زہری نے کہا: جب مجلس لمبی ہو جائے تو اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔<sup>(۳)</sup>  
دوسرے طالب علموں کو علمی فائدے بتانے چاہئیں۔ علم کی کوئی چیز چھپانی نہیں چاہئے کیونکہ (احادیث میں) اس کی ممانعت آئی ہے۔

انھوں نے کہا: روایت لکھنے اور روایت حاصل کرنے میں کم درجے کے آدمی سے بھی ہچکچانا نہیں چاہئے۔ وکیع نے کہا: آدمی اس وقت تک بلند مرتبہ نہیں ہو سکتا جب تک بڑے، برابر اور چھوٹے لوگوں سے حدیث نہ لکھے۔<sup>(۴)</sup>

ابن الصلاح نے کہا: وہ آدمی توفیق یافتہ نہیں ہے جس نے مجرد کثرت روایات اور شہرت کے لئے بہت ہی زیادہ استادوں سے روایات لکھنے میں وقت ضائع کر دیا۔  
انھوں نے کہا: ابو حاتم الرازی کا قول: جب لکھے تو ہر ایک سے لکھ اور جب حدیث بیان کرے تو تفتیش کر۔<sup>(۵)</sup> اس باب سے نہیں ہے۔

ابن الصلاح نے کہا: پھر طالب حدیث کو بغیر فہم و معرفت کے مجرد سماع اور لکھنے پر اقتصار نہیں کرنا چاہئے ورنہ اس طرح وہ اپنے آپ کو تھکانے والا تو بنے گا مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

(۱) حلیۃ الاولیاء ۱۰۲/۵، وسندہ ضعیف، ابو خالد الاحمد مدلس تھے اور باقی سند صحیح ہے۔

(۲) یہ حوالہ نہیں ملا ہے۔ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع (ضعیف راوی) نے کہا: ”کنا نستعین بالحدیث علی حفظہ بالعمل“ ہم حدیث یاد کرنے کے لئے عمل سے مدد لیتے تھے۔

(الجامع للخطیب ۲/۲۵۹ ح ۸۹، وسندہ صحیح)

(۳) الجامع للخطیب (۱۳۸۵) وسندہ حسن (۴) الجامع للخطیب (۱۶۵۵) اس کی سند ابراہیم بن محمد بن قحیرہ

(ضعیف/ تاریخ بغداد ۱۵۹/۶) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۵) الجامع للخطیب (۱۶۷۰) وسندہ حسن

پھر انھوں نے مسانید اور سنن میں سے مفید کتابوں کے سماع پر زور دیا۔<sup>(۱)</sup>

### (۲۹) انتیسویں قسم: عالی اور نازل سندوں کی معرفت

کیونکہ اس اُمت کی خصوصیتوں میں سے سند (کا علم) ہے۔ اس لئے کہ اس اُمت کے علاوہ کوئی اُمت بھی سند کے ساتھ اپنے نبی کی حدیثیں بیان نہیں کر سکتی لہذا عالی سندیں حاصل کرنا مرغوب عمل ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: عالی سند سلف صالحین کی سنت ہے۔<sup>(۲)</sup> یحییٰ بن معین سے ان کی وفات کے وقت پوچھا گیا: آپ کی کیا خواہش ہے؟ انھوں نے فرمایا: خالی گھر اور عالی سند۔<sup>(۳)</sup>

اس لئے بہت سے محقق اماموں اور ماہر حفاظ حدیث نے عالی سندیں تلاش کرنے کے لئے مختلف علاقوں کی طرف خوشی سے سفر کئے۔ اگرچہ بعض جاہل عبادت گزاروں نے رحلت (ان سفروں) سے منع کیا ہے جیسا کہ رائٹر مزی نے اپنی کتاب (المحدث) (الفصل (ص ۲۱۷) میں نقل کیا ہے۔ پھر یہ کہ نازل کی بہ نسبت عالی سند خطا اور علت سے زیادہ دور ہوتی ہے۔ بعض متکلمین نے کہا: جتنی سند لمبی ہوگی، راویوں کے حالات اور جرح و تعدیل زیادہ ہوگی تو اس مشقت کی وجہ سے اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔<sup>(۴)</sup>

لیکن یہ فائدہ سابقہ فوائد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

(۱) مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، منہج ابن الجارود، سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم، المعجم، السنن الکبریٰ للبیہقی وغیرہ کتابوں کی قراءت اور سماع میں مشغول رہنا چاہئے۔

(۲) الجامع للخطیب (۱۱۶ ج ۱۳۳) اس کی سند عبدالمؤمن بن احمد بن حوثرہ (مجهول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) بے اصل ہے۔ اس کی کوئی متصل سند کسی کتاب میں بھی نہیں ملی۔

(۴) دیکھئے المحدث (ص ۲۱۶ رقم: ۱۰۶) اور الجامع للخطیب (۱۱۶ ج ۱، قبل ۹۸)

اقسامِ علو میں سب سے بہترین وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہو۔  
کسی حافظِ امام، مصنف یا تقدّمِ سماع کا عالی ہونا نسبتی امور میں سے ہے۔  
[موافقت:] شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے یہاں موافقت پر بھی کلام کیا ہے۔ مثلاً (صحیح  
مسلم روایت کرنے والے کی سند) مسلم (بن الحجاج) کے شیخ تک پہنچ جائے۔  
[بدل:] اپنے شیخ کے شیخ یا اس جیسے شیخ تک سند کا پہنچنا بدل کہلاتا ہے۔  
[مساوات:] اگر آپ کی سند حدیثِ مصنف کے برابر ہو جائے تو اسے مساوات کہتے ہیں۔  
[مصافحہ:] اگر آپ ایک درجہ مصنف سے نیچے اتر آئیں تو اسے مصافحہ کہتے ہیں گویا کہ  
آپ نے ان سے مصافحہ کیا اور ان سے حدیث سنی۔  
خطیب بغدادی وغیرہ کے کلام میں اس قسم کے فنون (علمی نکتے) بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔  
حافظ ابن عساکر نے اس کے بارے میں کئی جلدیں لکھی ہیں۔ میرے نزدیک بقیہ  
فنون کے مقابلے میں یہ کم فائدے والی قسم ہے۔  
جس نے یہ کہا کہ عالی سند وہ ہے جو صحیح ہو اگرچہ اس کے راوی زیادہ ہوں تو یہ خاص اصطلاح  
ہے۔ یہ آدمی اس وقت کیا کہے گا جب دو صحیح سندیں ہوں لیکن ایک سند کے راوی کم ہوں؟  
یہ قول وزیر نظام الملک اور حافظ سلطی سے مروی ہے۔ علو (عالی) کی ضد نزول (نازل)  
ہے۔ یہ عالی کے مقابلے میں کم فضیلت والا ہے الا یہ کہ نازل سند کے راوی عالی سند سے  
بہتر ہوں، اگر سب ثقہ ہوں۔ جیسا کہ وکیع نے اپنے ساتھیوں (شاگردوں) سے  
کہا: تمھارے نزدیک ”الأعمش عن أبي وائل عن ابن مسعود“ والی سند پسندیدہ  
ہے یا ”سفیان (الثوري) عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود“  
والی؟ انھوں نے کہا: پہلی سند، وکیع نے کہا: الأعمش عن أبي وائل تو شیخ عن شیخ ہے جبکہ سفیان  
عن ابراہیم عن علقمة عن ابن مسعود: فقیہ عن فقیہ ہے۔ جس حدیث کو فقہاء ایک دوسرے سے  
بیان کریں، وہ میرے نزدیک شیوخ کی بیان کردہ روایت سے بہتر ہے۔  
(المدخل للبیہقی: ۱۴، ۱۵، وسندہ صحیح و فی ہذا الکلام نظر لعل وکیعاً رجح عن قولہ، انظر الکفایہ للخطیب ص ۳۹۹ وسندہ صحیح)

اعظم المبارکی

احسن الحديث

## نیکی پر باہمی معاونت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و نافرمانی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ (المائدہ: ۲)

☆ نیکی، بھلائی اور اچھے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا پسندیدہ عمل ہے۔  
☆ خود بھی نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ گناہ اور بُرائی سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، اور حتیٰ الوسع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دینا چاہئے۔  
☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیکی کی دعوت دیتا ہے تو اس کا اجر (نیکی کی) پیروی کرنے والے کی طرح ہے اور نیکی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اُس کا گناہ، (بُرائی کی) پیروی کرنے والے کی طرح ہے اور (بُرائی کی) پیروی کرنے والے کا گناہ کم نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۷۴)

☆ ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر کرتا ہے، تو وہ اُس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے ملتا بھی نہیں اور اُن کی دی ہوئی تکالیف پر صبر بھی نہیں کرتا۔ (سنن الترمذی: ۲۵۰۷ و صحیح)  
☆ ظالم کے ظلم، فاسق کے فسق اور بدعتی کی بدعت میں کوئی مدد نہیں کی جائے گی بلکہ ایسے لوگوں کو بُرائی سے دُور رکھنا ہی فی الحقیقت ان کی مدد ہے۔

☆ دین اسلام تمام معاشرے کو خالص اسلامی اور امن کا گہوارہ بنانے کا متقاضی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس سے ڈرا جائے۔

☆ یوم آخرت، قیامت کا ظہور اور جزا و سزا وغیرہ امور برحق ہیں اور ان میں کوئی شک نہیں۔

حاصل مطالعہ

### [تجدد پسند حضرات کی مغرب پرستی]

ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

” ہمارے تجدد پسند حضرات کی مغرب پرستی کا یہ عالم ہے کہ جدید تہذیب کی اقتداء و پیروی کے لئے قرآن کی ”مرمت“ کرتے ہوئے وہ جہاں کسی اصول کو مفید مطلب پاتے ہیں اسے اختیار کر لیتے ہیں اور جہاں اُسی اصول کو خلاف مقصد پاتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں یہاں یہ ملاحظہ فرمائیے کہ جس اصول کی بناء پر محترم عثمانی <sup>☆</sup> صاحب صلوٰۃ الخوف کے حکم کو دائمی حکم مانتے ہیں اسی اصول کی روشنی میں آیت حجاب میں مذکور احکام بھی دائمی اور مستقل احکام قرار پاتے ہیں لیکن اول الذکر حکم کو وہ دائمی اور ابدی حکم سمجھتے ہیں اور مؤخر الذکر کو عارضی اور وقتی حکم۔ (جواز واج مطہرات کی زندگی تک محدود تھا)۔

اس قسم کی متضاد سخن سازیوں کا نام رکھا جاتا ہے۔ ”قرآنی دلائل“۔ اور ان تاویلاتِ فاسدہ سے جو احکام، قرآن سے نچوڑے جاتے ہیں، انہیں کہا جاتا ہے ”قرآنی فیصلے“ اور الفاظ قرآن سے روح قرآن کے خلاف جو مفہوم اس طرح نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا نام ہے ”اسلامی اجتہاد“۔ استشرافی فنکاروں <sup>☆☆</sup> سے داؤ پیچ سیکھ کر، آیات قرآنیہ سے فری سائل کشتی لڑ کر جو مواد مرتب کیا جاتا ہے اسے نام دیا جاتا ہے ”فہم القرآن“ ”معارف القرآن“، ”مفہوم القرآن“، ”مطالب الفرقان“، ”تسہیل بیان القرآن“، قرآن سے قرآن تک۔ ”قرآنی قوانین“، فکر مغرب سے مرعوب ذہنوں پر جب ”طلوع اسلام“ ہوتا ہے تو سکہ بند کمیونزم، ”اسلامی نظام ربوبیت“ کے خوش آئند لیبل کے ساتھ یوں مشرف باسلام ہوتا ہے جیسے خانہ کعبہ میں داخل ہونے پر لات و ہیل ”خدا“ قرار پا گئے تھے۔

کسے خبر تھی کہ لے کے چراغِ مصطفوی جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی “

(قرآن اور عورت ص ۱۲۰)

[ ☆ ظفر احمد عثمانی دیوبندی کا بیٹا عمر احمد عثمانی: مشہور منکر حدیث تھا۔

☆☆ علوم شرقیہ کے ماہر غیر مسلم مغربی (یورپی) مفکرین (یہودی اور عیسائی) [ (ازادارہ)